OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u8.v5.04(21)80-90

لغت اور تفسیر سے متعلق کلاسیکی اسلامی ادب میں "الجاہلیۃ" کے مصداق کی تعین

The dictionary and commentary on the "al-Jahliyyah" in classical Islamic literature

Asad Mehmood Abbasi
PhD Scholar, Islamic Studies, Mohi-ud-din Islamic University, Nerian Sharif, AJK

Dr. Hafiz Muhammad Saleem Saeedi
Assistant Professor, Islamic Studies, Mohi-ud-din Islamic University, Nerian Sharif, AJK

Received on: 08-10-2021 Accepted on: 10-11-2021

Abstract

There are number of Quranic terms elaborated in various perspectives in Islamic literature of classis era. The term "Al-Jahiliyah" is one of those terms. This is usually related to pre Islamic era of Arabs when idol worshiping was performed on vast level in almost all societies of Arab peninsula. Some classic experts of Arabic language have taken this term into account with respect to the particular acts and customs which were prevailing before Islam in different societies of the world. Same is done by some of Quranic commentators as well. Besides that, there are some language experts and Quranic commentators who have elaborated this term while relating it to the specific time periods. It indicates that the term has come across a prominent evolution of ideological scenario and it is still under consideration of Muslim scholars.

Keywords: Islam, Quran, Jahiliyah, Arabic

قرآن مجید کی بعض اصطلاحات کثیر الجہت معانی و مفاہیم کی حامل ہیں اور مرور ایام کے ساتھ ان کی تعبیرات و تاویلات میں تنوع سامنے آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تشریح و تبیین کی ذمہ داری دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس کی تعلیم و تدریس کے دوران کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا تھا اس کے باوجود بعض قرآنی اصطلاحات کی تعیین نہیں فرمائی تھی کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ ان الفاظ کے مفاہیم بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ نئی صورتیں اختیار کرتے رہیں گے۔ اس کی ایک مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

"ثلاث لان یکون النبی ﷺ بینھن لنا احب الی من الدنیا وما فیھا؛ الکلالۃ،والخلافۃ وابواب الربا[1]"

اگر رسول اللہ ﷺ تین چیزوں کی وضاحت فرمادیتے تو یہ (وضاحت) مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب تھی۔ کلالہ، خلافہ اور ربا۔

ان قرآنی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح "الجاہلیۃ" ہے۔ یہ ایک معروف کلمہ ہے جس سے متعلق آثار و روایات میں کوئی مخصوص تشریح یا تعبیر متعین نہیں کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو مذموم عادات کے ضمن میں ہی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

" انک امرؤ فیک الجاهلیة"[2]

تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت ہے۔

اس مقالہ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کلاسیکی عہد کی اہم تفاسیر اور لغات میں کلمہ "الجاہلیۃ" کو بطور اصطلاح کس مفہوم میں پیش کیا گیا ہے۔اس ضمن میں چار لغات اور چار تفاسیر کا انتخاب کر کے ان میں مذکور مفاہیم کو بیان کر کے تجزیہ کیا گیا ہے۔

کلاسیکی عربی لغات میں "الجاہلیۃ" کی معنوی تعیین

خلیل بن احمد فراہیدی (م:175ھ) کی "کتاب العین" عربی کی پہلی باضابطہ لغت ہے۔فراہیدی نے اس کے مختلف پہلو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ:

1. کلمہ "جہل" اصل میں کلمہ "علم" کی ضد ہے۔
2. اسی سے دوسرا لفظ "جہالت" مشتق ہے جس کا مفہوم "علم کے بغیر کوئی کام کرنا" ہے۔
3. اس کے دوسرے مشتق "الجاہلیۃ" سے مراد قبل از اسلام کا زمانہ ہے[3]۔

فراہیدی نے اس کا مفہوم بیان کرنے کے دوران زمانے کا تعین کرتے ہوئے تواریخ کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ یہ واضح کیا ہے کہ دو پیغمبروں کے مابین زمانہ جاہلیت کا زمانہ ہے[4]۔یہ وہ عہد ہوتا ہے جس میں لوگ پیغمبروں کی تعلیمات سے انحراف کر کے کفر اور شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔قرآن مجید میں اسی پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

فقال الملأ الذين كفروا من قومه ما نراك إلا بشرا مثلنا وما نراك اتبعك إلا الذين هم أراذلنا بادي الرأي وما نرى لكم علينا من فضلٍ بل نظنكم كاذبين-قال يا قوم أرأيتم إن كنت على بينةٍ من ربي وآتاني رحمة من عنده فعميت عليكم أنلزمكموها وأنتم لها كارهون-ويا قوم لا أسألكم عليه مالا إن أجري إلا على الله وما أنا بطارد الذين آمنوا إنهم ملاقو ربهم ولكني أراكم قوما تجهلون[5]۔

اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ اور ہم تمھارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمھیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائی ہو، پھر وہ تم پر مخفی رکھی گئی ہو، تو کیا ہم اسے تم پر زبردستی چپکا دیں گے، جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو۔اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کسی مال کا سوال نہیں کرتا، میری مزدوری اللہ کے سوا کسی پر نہیں اور میں ان لوگوں کو دور ہٹانے والا نہیں جو ایمان لائے ہیں، یقیناً وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور لیکن میں تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں جو جہالت برتتے ہو۔

ولو أننا نزلنا إليهم الملائكة وكلمهم الموتى وحشرنا عليهم كل شيءٍ قبلا ما كانوا ليؤمنوا إلا أن يشاء الله ولكن أكثرهم يجهلون٥
اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیۃ ایک نہیں بلکہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک متعدد زمانوں اور متعدد صورتوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ان میں ہر ایک زمانے کو "فترۃ" کہا جاتا ہے۔کتاب العین میں بھی یہی کلمہ "زمان الفترۃ قبل الاسلام" مستعمل ہے۔کلمہ "فترۃ" کو ابن قتیبہ (م:276ھ) نے دو انبیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیانی زمانے سے تعبیر کیا ہے[7]۔

چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ تیسری صدی ہجری تک "فترۃ" سے مراد آپ ﷺ سے قبل کے چھ سو برس مراد لیے جاتے تھے البتہ مذکورہ دونوں حوالوں میں یہ مفہوم عمومیت کے ساتھ نظر آتا ہے۔اس میں محض عرب کا جغرافیائی خطہ مخصوص نہیں ہے۔

مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ زبان ارتقاء کے مراحل سے گزرنے کے بعد ترقی کرتی ہے اور حالات و واقعات کے سبب اس کے الفاظ کثیر الجہت مفاہیم کا احاطہ کرتے ہیں۔عربی لغات میں اس کی واضح نظیر دیکھی جا سکتی ہے۔چنانچہ محمد بن احمد الازہری (م:370ھ) کی لغت "تہذیب اللغۃ" میں "جہل" کی توضیح "کتاب العین" کے مقابلے میں زیادہ تفصیل کے ساتھ دی گئی ہے۔انھوں نے جہل کو محض معلومات یا علم کی کمی کے ساتھ مربوط نہیں کیا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ موقف بھی پیش کیا ہے کہ جہل عملی زندگی میں کسی کام سے متعلق تجربے اور مہارت کے فقدان کو بھی محیط ہے[8]۔

اس لفظ کی لغوی وضاحت کرنے کے بعد انھوں نے "الجاہلیۃ" کی تعریف میں لکھا ہے کہ "وقت الفترہ ولا اسلام" یہ ایک زمانہ ہے جس میں اسلام نہیں ہے[9]"۔انھوں نے زمین پر آسمانی ہدایت کی غیر موجودگی کے زمانے کو جاہلیت کا زمانہ قرار دیا ہے۔

ابتدائی لغات میں "الجاہلیۃ" کو اسلام سے قبل ایک قابل تعیین زمانے کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔جس طرح جدید لغات میں قبل از اسلام کے عرب معاشرے کو جاہلی معاشرہ قرار دیا گیا ہے اس طرح کا مفہوم قدیم لغات میں نہیں ملتا ہے۔قدیم لغات کے مطابق وہ دور جس میں علم و تجربہ اور الہامی رہنمائی کا فقدان رہا ہے،وہ "الجاہلیۃ" کے زمرے میں شمار ہوتا ہے[10]۔

چھٹی صدی ہجری میں امام زمخشری (م:537) نے کلمہ "الجاہلیۃ" کو اساس البلاغۃ میں مرکب کے طور پر "الجاہلیۃ القادمۃ" کی صورت میں استعمال کیا ہے۔"القادمہ" کا معنی پرانا زمانہ یا گزرا ہوا زمانہ ہے۔انھوں نے اس کو کسی عہد کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے[11]۔

بعد میں اسی صدی میں الحمیری (م:357ھ) نے شمس العلوم میں الجاہلیۃ کو بغیر کسی زمانی حوالے کے بیان کیا ہے۔"حمیۃ الجاھلیۃ[12]" کو جاہلی عناد،بغض،کینہ اور دشمنی کے مفہوم میں پیش کیا ہے۔اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان پیش کیا ہے کہ "جو شخص حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود بغیر حج کیے مر گیا،وہ جاہلیت پر مرا[13]"۔

چھٹی صدی ہجری کی لغات اور اس قبل کی لغات میں پیش کی گئی تعریفات میں انتہائی قابل غور فرق ہے۔مثلاً زمخشری اور حمیری نے اس تضاد

کو ظاہر کیا ہے جو قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے حالات میں تھے لیکن اس تعریف کو کسی مخصوص زمانی ترتیب زمانی کے ساتھ منسوب نہیں کیا ہے۔ زمخشری نے صرف ماضی کے زمانے کا ذکر کیا ہے لیکن کسی مخصوص دور کی تعیین نہیں کی ہے۔ حمیری ہی وہ پہلے لغت دان ہیں جنہوں نے الجاہلیۃ کو کسی مقداری یا کمیتی ضمن میں بیان کرنے کے بجائے معیاری صورت میں اسلام دشمنی کے لیے بطور تمثیل بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی پیش کردہ حدیث قابل غور ہے۔ مقالہ نگار کو تلاش بسیار کے باوجود ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی ہے۔ اس کے بجائے سابقہ ذخیرہ ہائے احادیث میں ایک اور حدیث ملتی ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من لم يمنعه عن الحج حاجة ظاهرة أو سلطان جائر أو مرض حابس فمات ولم يحج فليمت إن شاء يهوديا شاء نصرانيا .

جس شخص کو حج کرنے سے ظاہری ضرورت یا ظالم حاکم، یا روک دینے والی بیماری نہ روکے اور وہ بغیر حج کئے ہوئے مر جائے، تو چاہے تو وہ یہودی کی موت مرے اور چاہے نصرانی کی موت مرے[14]۔

حمیری نے یہودی یا عیسائی کو جاہلیت سے تبدیل کرتے ہوئے غالبا یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے عہد تک الجاہلیۃ کا مفہوم انتہائی وسعت اختیار کر گیا تھا اور ان تمام لوگوں شامل تھا جو اسلام کے دائرے سے باہر تصور کیے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مذکورہ تین لغات میں الجاہلیۃ کی تعریفات کے مابین عمومی سا فرق محسوس ہو رہا ہو ساتویں صدی ہجری میں منصہ شہود پر آنے والی معروف عربی لغت "لسان العرب" اس ارتقا میں ایک موثر کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ابن منظور (م: 711ھ) نے پہلے الازہری کی بیان کردہ تعریف کا اعادہ کیا ہے یعنی "غیر اسلامی عہد"۔ اس کے بعد الجوہری کے حوالے کے ساتھ تہذیب اللغۃ کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے انھوں نے اس کو قبل از اسلام کے زمانے سے جوڑا ہے "الجاھلیۃ زمن الفترۃ ولا اسلام" اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "هي الحال التى كانت عليها العرب قبل الاسلام من الجهل بالله سبحانه ورسوله وشرائع الدين المفاخرة بالانساب والكبر والتجبر وغير ذلک[15]"۔

ترجمہ: یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی شریعتوں سے لاعلم ہونے کی یہ وہ حالت ہے جس پر اسلام سے قبل عرب کے لوگ تھے۔ وہ نسب پر فخر اور تکبر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ظلم وجور کے راستے پر رواں تھے۔

جس طرح الازہری نے سابقہ زمانے کو الجاہلیۃ کی توضیح میں پیش کیا ہے اسی طرح ابن منظور نے بھی قبل از اسلام کے عہد کو جاہلیت کا زمانہ قرار دیا ہے لیکن اس جاہلیت کا کوئی نقطہ آغاز بیان نہیں کیا ہے۔ البتہ ابن منظور نے الجاہلیۃ کو کچھ جغرافیائی، معاشرتی اور اخلاقی پہلوؤں کے ساتھ جوڑ کر عربی لغت نویسی میں پہلی مرتبہ ایک اضافی وضاحت کی داغ بیل ڈالی ہے۔

ان کی بیان کردہ تعریف زمان ومکان کے ساتھ ساتھ عربوں کی عادات کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ اپنے معاصرین کی طرح انھوں نے بھی الجاہلیۃ کو ایک ایسے زمانے کے حالات کے ساتھ جوڑا ہے جن میں رہنے والے لوگوں کی عادات عمومی طور پر ناپسندیدہ ہیں۔

ابن منظور کی بیان کردہ تعریف سے یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ جاہلیت کا زمانہ کب سے کب تک کا ہے البتہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ قبل از اسلام

عرب کس طرح زندگی گزار رہے تھے۔ چنانچہ یہ پہلی لغت ہے جس میں ایک ایسی جامع تعریف پیش کی گئی ہے جس میں سابقہ تعریفات کو نہ صرف جمع کر دیا گیا ہے بلکہ بعد میں پیش کی جانے والی لغات میں بیان کردہ تعریفات کو ایک بنیاد فراہم کر دی گئی ہے۔

مستشرقین کا خیال ہے کہ کہ عربی لغت کے کلاسیکی عہد میں الفاظ کے معانی وہی بیان کیے جاتے تھے جو قرآن وحدیث اور جاہلی ادب کے زیادہ قریب ہیں اور غالباً اس منہج کی بنیاد میں یہ نظریہ کارفرما تھا کہ عربی الفاظ اپنے معانی تبدیل نہیں کرتے ہیں[16]۔

جب کہ لغات کا عمیق مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین لغت نے اپنی دانست میں الجاہلیہ کے وہ مفاہیم پیش کیے ہیں جو ان کے مطابق زیادہ صحیح ہیں۔ الفاظ کے معانی و مفاہیم میں ارتقاء اور وسعت کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے اور یہی صرف امہات لغات میں ہی نہیں بلکہ لغات کی ان کتابوں میں بھی نظر آتا ہے جن کی حیثیت ثانوی ہے۔

کلاسیکی قرآنی تفاسیر میں الجاہلیۃ کی معنوی تعیین

اسلامی تاریخ کے کلاسیکی عہد کے مفسرین نے "الجاہلیۃ" کی توضیح و تشریح کے لیے تحقیق و تمحیص سے کام لیا ہے۔ ان کی تاویلات میں پیش کردہ معلومات کا ان کی معاصر لغات میں دیے گئے تصورات کے ساتھ تجزیاتی تقابل کرنا ممکن ہے۔ کثیر تعداد میں لکھی گئی قرآنی تفاسیر میں سے مقالہ ہذا میں چار تفاسیر کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اولین تفاسیر میں سے مقاتل بن سلیمان (م:150ھ) کی تفسیر کا انتخاب کیا گیا ہے جو الخلیل (م:175) کی کتاب العین میں دیے گئے تصور کے ساتھ تقابل کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں امام طبری (م:310ھ) کی تفسیر جامع البیان جو غالباً کلاسیکی تفاسیر میں معروف ترین ہے، منتخب کی گئی ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں حمیری (م:357ھ) اور چھٹی صدی ہجری میں زمخشری (م:537) کی لغات کا تقابلی جائزہ لینے کے لیے زمخشری کی تفسیر الکشاف کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں امام قرطبیؒ (م:671ھ) کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کو ابن منظور (م:711ھ) کی لسان العرب کے تقابلی جائزے کے لیے پیش نظر رکھا گیا ہے۔

مقاتل بن سلیمان کی توضیح

مقاتل بن سلیمان نے اپنی تفسیر میں دو مقامات[17] پر "الجاہلیۃ" کو نبی اکرم ﷺ کے دور نبوت سے پہلے کے زمانے کے ساتھ منسوب کیا ہے[18]۔ اپنی معاصر لغت کتاب العین کے برعکس مقاتل نے اس ضمن میں الجاہلیۃ کی توضیح پیش کرتے ہوئے کسی قابل پیمائش اور مخصوص زمانے کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ انھوں نے اس کو عمومی صورت میں پیش کیا ہے جس سے ایک تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مطابق نبی ﷺ کی بعثت سے قبل عرب کا سارا زمانہ الجاہلیہ کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن مقاتل کی تفسیر کا عمیق مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا قریبی زمانہ ہی الجاہلیۃ کہلاتا ہے۔

کتاب العین اور تفسیر مقاتل بن سلیمان کے مطابق نبی ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعد کے زمانے کو الجاہلیہ کے مفہوم میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس میں صرف بعثت سے قبل کا زمانہ شامل نہیں ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مقاتل بن سلیمان نے "حمیۃ الجاہلیۃ[19]" کے ضمن میں ان

مشرکین مکہ کو پیش کیا ہے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کا انکار کیا اور آپ ﷺ کو چھ ہجری میں عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا[20]۔

انھوں نے "ظن الجاہلیۃ[21]" کے تحت ان دشمنان اسلام کا ذکر کیا ہے جو مشرک اور جاہل تھے۔ ان میں ابوسفیان اور اس کے وہ ساتھی شمار کیے گئے جنھوں نے تین سنہ ہجری میں احد کی جنگ میں یہ مان لیا اور مشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ شہید ہو چکے ہیں[22]۔

اسی طرح "حکم الجاہلیۃ[23]" کے تحت مقاتل نے ان ظالم رؤسا کا ذکر کیا ہے جو مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے قبل فیصلہ سازی کے مختار تھے[24]۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ مقاتل کے مطابق الجاہلیۃ میں ان لوگوں کی عدات وافکار شامل ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے منکر تھے۔ مقاتل نے قبل از اسلام کے عرب معاشرے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے قرآنی آیات کو بطور متدلات استعمال نہیں کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے ان نقطہ ہائے نظر کو بیان کیا ہے کہ ان کے مطابق اسلام سے قبل تمام اہل عرب جاہل تھے۔ انھوں نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ اسلام سے قبل عرب ہر عہد میں جاہل اور بد اخلاق تھے۔ مقاتل کے مطابق "الجاہلیۃ" ایک وسیع المفہوم اصطلاح ہے اور قرآن مجید کے پیش کردہ تصور "الجاہلیۃ" کو غیر اسلامی اخلاقیات کے حامل افراد کے حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے، اس کو صرف قبل از اسلام کے عرب معاشرے کی روشنی میں سمجھنا درست نہیں ہے۔

طبری کی توضیح

امام طبری نے "الجاہلیۃ" کی تفسیر میں تاریخی حوالوں کو زیادہ بیان کیا ہے۔ "الجاهلیة الاولیٰ[25]" کی تفسیر میں انھوں نے لکھا ہے کہ علما اس مرکب کی کسی ایک تفسیر پر متفق نہیں ہیں۔ انھوں نے علماء کے مختلف اقوال کو بھی بیان کیا ہے جن کے مطابق "الجاہلیۃ الاولیٰ" سے مراد آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام یا پھر آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ہے[26]۔

امام طبری ان تمام اقوال کے درست ہونے کا احتمال ظاہر کرتے ہوئے ان کو قبول کرتے ہیں البتہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان کا زمانہ اس کے مفہوم کے زیادہ قریب ہے۔ البتہ ہر موقف کے بارے میں امام طبری نے اپنی ما قبل لغات میں بیان کردہ جاہلی ادوار کو انبیاء کی مناسبت کے حوالوں کو ملحوظ رکھا ہے[27]۔

طبری نے مقاتل کی طرح الجاہلیۃ سے متعلق مقاتل بن سلیمان کے اس موقف کی بھی تائید کی ہے جس کا تعلق مشرکین کی جانب سے نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کے ساتھ ہے۔ جس طرح مقاتل بن سلیمان نے نبی ﷺ اور آپ کے مخالفین کے مابین ہونے والی کشاکش کا ذکر کیا ہے، امام طبری نے بھی اس کو اپنی تفسیر کا حصہ بنایا ہے[28]۔

البتہ امام طبری نے الجاہلیۃ کو مقاتل بن سلیمان سے زیادہ وسیع پیمانے پر قرآنی فکر کا حصہ بنایا ہے۔ مثلا: مقاتل نے ظن الجاہلیۃ کے ضمن میں صرف ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے جب کہ امام طبری نے تمام مشرکین کو اس میں شامل رکھا ہے[29]۔ مقاتل بن سلیمان نے

حکم الجاہلیۃ کے ضمن میں یہود مدینہ کے غیر منصفانہ عدالتی نظام کا ذکر کیا ہے جب کہ امام طبری نے اس میں بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین عرب کو بھی شمار کیا ہے[30]۔اسی طرح مقاتل بن سلیمان نے حمیۃ الجاہلیۃ میں ان مشرکین کا ذکر کیا ہے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو مکہ میں عمرہ کی غرض سے داخل ہونے سے روک دیا تھا۔امام طبری نے حمیۃ الجاہلیۃ کو "اخلاق الکفر" سے تعبیر کرتے ہوئے تمام غیر مسلموں کے تعصبات کو اس میں شامل کیا ہے[31]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام طبری کے مطابق الجاہلیۃ کو صرف قبل از اسلام اہل عرب کی حد تک ایک عہد یا جغرافیائی خطے کے باسیوں پر منطبق کرنے کی روایت درست نہیں ہے۔اس کے بجائے ہر عہد کے تمام غیر مسلموں کے غلط اخلاقیات کو اس کے حیطہ میں شمار کرنا زیادہ درست ہے۔یہ تحدید بعد کی تفاسیر میں نظر آتی ہے۔امام طبری کے ہاں الجاہلیۃ کی پیش کی گئی لغوی تعریف الازہری کی دی گئی تعریف کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں ایک عہد کا اشارہ ملتا ہے البتہ جہاں امام طبری اس کے مفہوم کو عمومی رنگ دے کر پیش کرتے ہیں وہاں ان کے قرآنی تفکر میں وسعت نظر آتی ہے۔

زمخشری اور قرطبیؒ کی توضیح

جس طرح لغات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے الجاہلیۃ کے معانی و مفاہیم ایک ارتقاء سے گزر کر تنوع کو ظاہر کرتے ہیں اسی طرح قرآنی تفاسیر و تاویلات میں بھی "الجاہلیۃ" کے مفہوم کے حوالے سے مرور ایام کے ساتھ ارتقاء واقع ہوتا ہے۔اگرچہ زمخشری اور قرطبیؒ کی تفسیر میں زمانی اعتبار سے تقریباً ڈیڑھ صدی کا فاصلہ ہے لیکن اس اصطلاح کی تشریح میں دونوں کے مابین موافقت پائی جاتی ہے اسی لیے ان کو ایک ساتھ شامل مطالعہ کیا گیا ہے۔

زمخشری اور قرطبیؒ کا خاصہ یہ ہے کہ انھوں نے "الجاہلیۃ" کو "ملۃ الجاہلیۃ[32]" اور "اہل الجاہلیۃ[33]" کی تراکیب کے طور پر استعمال کیا ہے۔اپنی تفاسیر میں دونوں مفسرین نے الجاہلیۃ کو ایک ہی معاشرے پر منطبق کیا ہے۔

اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مقاتل کے ہاں الجاہلیۃ سے مراد نبی اکرم ﷺ کا مخالف گروہ اور طبری کے ہاں اس سے مراد تمام مشرکین ہیں۔جب کہ قرطبیؒ اور زمخشری کے مطابق اس سے مراد تاریخ انسانی کا قبل از اسلام کا ایسا تمام زمانہ اور لوگ ہیں جو الہامی ہدایات پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں رہے ہیں۔قرآن مجید میں یہ صراحت کہیں بھی موجود نہیں ہے کہ الجاہلیۃ سے مراد کسی خاص عہد یا خطے کے لوگوں کی تہذیب و ثقافت یا معیشت و معاشرت ہے۔قرطبیؒ کا اس کا بخوبی احساس ہے اس لیے وہ ظن الجاہلیۃ[34] کی وضاحت میں اپنے موقف کی منطقی وضاحت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ " ظن الجاہلیۃ یعنی اہل جاہلیت کی بدگمانی،اس کے مضاف (اہل) کو حذف کر دیا گیا ہے[35]۔

الجاہلیۃ کی تاریخ کے تعین میں زمخشری نے دو وضاحتیں پیش کی ہیں۔پہلی وضاحت طبری کی تفسیری روایت کی پیروی کرتی ہے جس کے مطابق الجاہلیۃ دو پیغمبروں کے درمیان ایک زمانے کا نام ہے[36]۔لیکن زمخشری کا عمومی نقطہ نظر یہ ہے کہ الجاہلیۃ ایک زمانے کے ساتھ مربوط ہے جس کو "القادمہ" کا نام دیا گیا ہے۔یہ مفہوم ان کی مرتب کردہ لغت میں بھی موجود ہے[37]۔

ایک سو برس بعد اسی آیت کی تفسیر کے تحت امام قرطبیؒ نے بغیر کسی زمانی حصے کا حوالہ پیش کرتے ہوئے زمخشری کے تصور "الجاہلیۃ القادمۃ" سے اتفاق کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ "الجاہلیۃ" کا اطلاق قبل از اسلام کے زمانہ پر ہوتا ہے[38]۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قبل از اسلام کے شعرا کو جاہل کہا جاتا تھا، اسی طرح احادیث میں بھی کچھ اطوار کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے اس لیے الجاہلیۃ کا عمومی مفہوم قبل از اسلام کا ماضی ہے۔ اس تفصیل میں امام قرطبیؒ نے ان تمام عادات و اطوار کو بیان کیا ہے جو عرب معاشرے میں مروج تھیں اور جن کی بنا پر ان کو جاہل کہا جاتا تھا۔ ان عادات سے متعلق انھوں نے قرآنی آیات پیش کی ہیں تاکہ ان کا قبح واضح ہو سکے۔ مقالہ نگار کے مشاہدے کے مطابق یہ پہلو ان سے قبل کسی مفسر نے نہیں کھولا ہے۔ یہ امام موصوف کا اپنا فہم ہے۔ مثلاً وہ عصیۃ الجاہلیۃ کا ذکر کرنے کے بعد اہل عرب کی بت پرستی کی تفصیلات میں جاتے ہیں اور ان کے معبودوں یعنی لات، منات اور عزیٰ وغیرہ کے بارے میں تفصیلات پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد امام قرطبیؒ نے حمیۃ الجاہلیۃ کے ضمن میں مشرکین عرب کا توحید سے انکار پیش کرتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے[39]۔

امام قرطبیؒ نے حکم الجاہلیۃ کے تحت یہ واضح کیا ہے کہ عرب میں دو قوانین چلتے تھے۔ ایک قانون کمزور کے لیے تھا جس کی رو سے اس کو ہر جرم کی سزا ملتی تھی جب کہ ایک قانون طاقت ور کے لیے تھا جس کی رو سے اس کو سزا سے بچانے کا ہر حربہ استعمال کیا جاتا تھا[40]۔

امام قرطبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "حکم" کی ایک قراءت "حکم" بھی ہے۔ اس سے آیت کا مفہوم جاہلی فیصلے کے بجائے جاہلی فیصلہ ساز کے طور پر سامنے آتا ہے۔ امام قرطبیؒ اس طرح یہ موقف پیش کرنا چاہتے ہیں کہ آیت میں جاہلی فیصلہ سازوں سے مراد وہ کاہن اور قضاۃ ہیں جو عرب میں غیر منصفانہ اور غیر منطقی فیصلہ سازی کے مرتکب ہوتے تھے[41]۔ اس سے جاہلیت انسانوں اور تاریخوں کے بجائے قبل از اسلام عرب کے مخصوص لوگوں کی مخصوص عادتوں، حرکتوں اور رسوم و رواج کی آئینہ دار بن جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی تک یہ موقف متفق علیہ ہو چکا تھا کہ اسلام کی آمد سے پہلے حجاز اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے وہ تمام قبائل "الجاہلیۃ" کے پیروکار تھے جو ہدایت سے محروم تھے۔ شروع کے مفسرین نے اس کو عمومی مفہوم میں جب کہ بعد کے مفسرین نے اس کو مخصوص مفہوم میں پیش کیا ہے۔

اس ضمن میں ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ مفہوم اپنے ساتھ کئی پیچیدہ سوالات بھی لے آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید نے تبرج الجاہلیۃ[42] سے منع کیا ہے۔ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ قبل از اسلام اہل عرب معاشی طور پر مستحکم نہیں تھے بلکہ ان پر مفلوک الحالی کا دور دورہ تھا حالانکہ اس آیت میں عرب کی مالی حالت کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور نہ ہی کسی سابقہ مفسر نے اس کا ذکر کیا ہے۔ امام قرطبیؒ یہ وضاحت نہیں کرتے کہ اس افلاس میں زندگی گزارنے والے عام لوگوں کی خواتین کو زیب و زینت کے لیے زیورات اور دیگر اسباب کس طرح میسر آتے تھے[43]۔

زمخشری نے بھی الجاہلیۃ کے ضمن میں اہل عرب کی منفی فکر، سوچ، عادات اور رسوم و رواج کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق عرب زمانہ ما قبل اسلام "الھواء" اور "الجھل" میں زندگی گزار رہے تھے[44]۔ انھوں نے حکم الجاہلیۃ[45] کو اسلام سے پہلے فیصلے صادر کرنے والے قاضیوں کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ مثلاً نجران کا ایک معروف حکمران "افع" تھا۔ زمخشری نے اس کی فیصلہ سازی کی صلاحیت کو نبی اکرم ﷺ کے

نظام عدل وانصاف سے کم تر ثابت کیا ہے[46]۔

قبل از اسلام کے حالات سے اس طرح کے حوالے اور کردار تیسری صدی ہجری کے بعد لکھے گئے ادب میں باآسانی مل جاتے ہیں۔ لیکن ان کرداروں کے ساتھ جاہلیت کو منسوب کرنے اور ان کی کمتری کو ثابت کرنے کا رجحان بہت کم ملتا ہے۔ بعد کے زمانوں میں زیادہ وسیع مطالعہ اور تجزیاتی مہارتوں کے بہتر ہو جانے کی بنا پر جاہلیت کے مفہوم میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی گئی تھی۔ لغت اور تفسیر، دونوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں ہی "الجاہلیۃ" کے مفہوم میں ایک فکری ارتقاء وارد ہوا ہے۔ قبل از اسلام عرب کے برے حالات اس کا مرکزی موضوع رہے ہیں۔ یہ ارتقاء چودھویں صدی تک جاری رہا ہے۔

خلاصہ ونتائج

قرآنی اصطلاح الجاہلیۃ کے متنوع مفاہیم مسلمان ماہرین لغت اور مفسرین کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کو لفظی، زمانی اور جغرافیائی حدود کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے انبیاء کی بعثت کے درمیانی وقت کے حوالے سے اس کی وضاحت کی ہے۔ دیگر علماء نے انسانی کردار میں موجود خصائل اور اطوار کی رو سے اس کو پیش کیا ہے۔ ثانی الذکر طبقے کا پیش کردہ مفہوم زیادہ معروف اور مقبول ہے کیونکہ اس مفہوم میں جامعیت اور حرکت پائی جاتی ہے جس سے آیات قرآنیہ معاصر حالات پر باآسانی منطبق ہو جاتی ہیں۔

کتابیات

محمد بن جریر الطبری، جامع البیان، دار الفکر، بیروت، (1999ء)

محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث العربی، بیروت، (س ن)

محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار السلام، لاہور، (2004ء)

خلیل بن احمد فراہیدی، کتاب العین، وزارۃ الثقافۃ، بغداد، (1980ء)

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الکوفی، المعارف، مکتبہ الشریف الرضا، قم، ایران، (1994ء)

محمد بن احمد الازہری، تہذیب اللغۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (2004ء)

محمود بن عمر بن محمد بن أحمد الخوارزمي الزمخشري، اساس البلاغۃ، دار صادر، بیروت، (1992ء)

نشوان بن سعید الحمیری الیمنی، شمس العلوم، دار الفکر، دمشق، (1999ء)

عبد الرحمن الدارمی، سنن دارمی، انصار السنۃ، پبلی کیشنز، لاہور، (س ن)

ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، (1990ء)

قاتل بن سلیمان، تفسیر القرآن العظیم، مکتبۃ الحیاء ۃ المصریۃ عما للکتاب، قاہرہ، (1979ء1989ء)

ابن عمر زمخشری، الکشاف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (1995ء)

M.G Carter, Arabic Lexicography, Cambridge University Press, (1990)

Bernard Weiss, Langusge and tradition in medieval Islam, Der Islam, Vol 61, (1984)

حوالہ جات

[1] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان، دار الفکر، بیروت، (1999ء) ج9، ص438

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار السلام، لاہور، (2004ء) کتاب الایمان، باب نمبر22

[3] خلیل بن احمد فراہیدی، کتاب العین، وزارۃ الثقافۃ، بغداد، (1980ء)، ج3، ص390

[4] ایضا، ج8، ص115

[5] ھود:29،28،27

[6] الانعام:111

[7] ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الکوفی، المعارف، مکتبہ الشریف الرضا، قم، ایران، (1994ء)، ص54

[8] محمد بن احمد الازہری، تہذیب اللغۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (2004ء)، ج4، ص313،312

[9] ایضا، ص314

[10] اس کے متوازی امام طبری جو چوتھی صدی ہجری کے ہی مورخ اور مفسر ہیں، نے اپنی کتاب تاریخ الرسل والملوک میں نبی اکرم ﷺ کی دعوتی مساعی کے زمانے کے مقابلے میں عرب کے قبل از اسلام زمانے کو "الجاہلیۃ" قرار دیا ہے۔ (محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث العربی، بیروت، (س ن) ج1، ص 232، ج2، ص308)

اس کے ساتھ ساتھ امام طبری نے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل بنو اسرائیل کے حالات کو بھی اسی کلمہ سے موسوم کیا ہے۔ (تاریخ الرسل والملوک، ج1، ص 590)

[11] محمود بن عمر بن محمد بن أحمد الخوارزمي الزمخشري، اساس البلاغۃ، دار صادر، بیروت، (1992ء)، ص107

[12] الفتح:26

[13] نشوان بن سعید الحمیری الیمنی، شمس العلوم، دار الفکر، دمشق، (1999ء)، ج2، ص1199

[14] عبدالرحمٰن الدارمی، سنن دارمی، انصار السنۃ، پبلی کیشنز، لاہور، (س ن) حدیث نمبر1823

[15] ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، (1990ء)، ج11، ص130

[16] M.G Carter, Arabic Lexicography, Cambridge University Press, (1990), P. 106
Bernard Weiss, Langusge and tradition in medieval Islam, Der Islam, Vol 61, (1984), P. 99

[17] الاحزاب:33، المائدہ:50

[18] مقاتل بن سلیمان، تفسیر القرآن العظیم، مکتبۃ الحیاء ۃ المصریۃ عما للکتاب، قاہرہ، (1979ء1989ء)، ج1، ص483۔ ج2، ص488

[19] الفتح:26

[20] تفسیر مقاتل، ج4، ص76

[21] آل عمران:154

[22] تفسیر مقاتل، ج1، ص308

[23] المائدہ:50

[24] تفسیر مقاتل، ج1، ص483،483

[25] الاحزاب:33

[26] محمد بن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، دار الفکر، بیروت، 1999ء، ج22، ص6،7

[27] تفسیر طبری، ج22، ص7

[28] تفسیر طبری، ج4، ص188

[29] تفسیر طبری، ج4، ص190

[30] تفسیر طبری، ج6، ص371

[31] تفسیر طبری، ج26، ص135

[32] ابن عمر زمخشری، الکشاف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (1995ء)، ج1، ص420

[33] الکشاف، ج1، ص420، القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (2000ء)، ج4، ص156

[34] آل عمران: 154

[35] تفسیر قرطبیؒ، ج4، ص156

[36] ان کے خیال میں یہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام، نوح آدم علیہ السلام اور ادریس آدم علیہ السلام، داؤد آدم علیہ السلام اور سلیمان آدم علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ہو سکتا ہے۔ دیکھیے الکشاف، ج3، ص521

[37] الکشاف، ج3، 521، اساس اللغۃ، ص107

[38] تفسیر قرطبیؒ، ج14، ص117

[39] تفسیر قرطبیؒ، ج16، ص190

[40] تفسیر قرطبیؒ، ج6، ص139

[41] تفسیر قرطبیؒ، ج6، ص139،140

[42] الاحزاب: 33

[43] تفسیر قرطبیؒ، ج14، ص117

[44] الکشاف، ج1، ص628۔ زمخشری جہل کو علم کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔

[45] المائدہ: 50

[46] الکشاف، ج1، ص628،629

References

1. Muhammad bin Jarir al-Tabari, Jami al-Bayan, Dar-ul-Fikr, Beirut, vol. 9, p. 438
2. Muhammad bin Isma'il al-Bukhari, Sahih Bukhari, Dar-ul-Islam, Lahore, (2004) Kitab-ul-Iman, Chapter 22
3. Khalil bin Ahmad Farahidi, Kitab al-Ain, Wazarat al-Thaqafah, Baghdad, vol. 3, p. 390
4. Ibid., vol. 8, p. 115.
5. Hud: 27, 28, 29
6. Al-Anam:111
7. Abu Muhammad Abdullah bin Muslim bin Qutayba al-Kufi, Al-Ma'ari, Maktaba al-Sharif al-Rida, Qom, Iran, (1994), p. 54
8. Muhammad bin Ahmad al-Azhari, Tahzeeb al-Lagha, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 4, p. 312, 313
9. Ibid., p. 314
10. In parallel, Imam Al-Tabari, a historian and commentator dating back to the 4th/12th century, described the pre-Islamic period of Arabia as "al-Jahiliyyah" in contrast to the time of the Prophet's (peace and blessings of Allaah be upon him). (Muhammad bin Jarir Al-Tabari, Tarikh al-Rasal wa'l-

Muluk, Dar al-Tarath al-Arabi, Beirut, vol. 1, p. 232, vol. 2, p. 308)
At the same time, Imam Al-Tabari has also named the situation of Banu Israel before the arrival of Jesus (peace be upon him) with the same word. (Tarikh al-Rasal wa'l-Muluk, Vol. 1, p. 590)

11. Mahmud bin Umar bin Muhammad bin Ahmad al-Khwarizmi al-Zamakhshari, Asas al-Balagha, Dar Sadr, Beirut, (1992), p. 107.
12. Fath:26
13. Nishwan bin Sa'id al-Humayri Al-'Alimani, Shams-ul-Ulum, Dar-ul-Fikr, Damascus, (1999), vol. 2, p. 1199
14. Abd al-Rahman al-Darmi, Sunan Darmi, Ansar al-Sunnah, Publications, Lahore, Hadith No. 1823
15. Ibn Manzoor, Lasan al-Arab, Dar Sadr, Beirut, (1990), vol. 11, p. 130
16. M.G Carter, Arabic Lexicography, Cambridge University Press, (1990), P. 106
17. Bernard Weiss, Langusge and tradition in medieval Islam, Der Islam, Vol 61, (1984), P. 99
18. Al-Ahzab:33, Al-Ma'ida:50
19. Muqatil bin Sulaiman, Tafsir al-Qur'an al-Azim, Maktabat al-Hayyat al-Misriyyah al-'Ama al-Kitab, Cairo (1979-1989), vol. 1, p. 483. Vol. 2, p. 488
20. Fath:26
21. Tafsir Al-Muqatil, vol. 4, p. 76
22. Al-Imran: 154
23. Tafseer Muqatil, vol. 1, p. 308
24. Al-Ma'ida:50
25. Tafseer Muqatil, vol. 1, pp. 483-483
26. Al-Ahzab: 33
27. Muhammad bin JarirTabari, Tafseer Jami al-Bayan, Dar-ul-Fikr, Beirut, 1999, vol. 22, pp. 6,7
28. Tafsir al-Tabari, vol. 22, p. 7
29. Tafsir al-Tabari, vol. 4, p. 188
30. Tafsir al-Tabari, vol. 4, p. 190
31. Tafsir al-Tabari, vol. 6, p. 371
32. Tafsir al-Tabari, vol. 26, p. 135
33. Ibn 'Umar Al-Zamhashri, al-Kashaf, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 1, p. 420
34. Al-Kashaf, vol. 1, p. 420, al-Qurtawi, al-Jami al-Aqsa al-Qur'an, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, (2000), vol. 4, p. 156.
35. Al-Imran: 154
36. Tafsir al-Qurtubi, vol. 4, p. 156
37. In their view, this could be the time between Adam and Noah, Noah Adam and Idris Adam, David Adam and Solomon Adam. See al-Kashaf, vol. 3, p. 521.
38. Al-Kashaf, vol. 3, p. 521, Asas al-Lagha, p. 107
39. Tafsir al-Qurtubi, vol. 14, p. 117
40. Tafseer Al-Qurtubi, vol. 16, p. 190
41. Tafseer Al-Qurtubi, vol. 6, p. 139
42. Tafsir al-Qurtubi, vol. 6, pp. 139,140
43. Al-Ahzab:33
44. Tafsir al-Qurtubi, vol. 14, p. 117
45. Al-Kashaf, vol. 1, p. 628. Zamhashri presents jhal against knowledge.
46. Al-Ma'ida:50
47. Al-Kashaf, vol. 1, pp. 628,629